103331-باپ کے بے نماز وکیل نے نکاح کر دیا

سوال

میرے عقد نکاح میں والد صاحب نہیں آ سکتے تھے اس لیے انہوں نے میرے تایا جان کو وکیل بنانے کا کہا سب سے بڑے تایا جان سفر پر گئے ہوئے تھے، میرا عقد نکاح مسجد میں ہوا جس میں نکاح کی ساری شروط متوفر تھیں ولی اور گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا اور نکاح علی الاعلانیہ کیا گیا.

لیکن مجھے جو چیز پریشان کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ میرا وکیل یعنی میرے تایا جان نماز ادا نہیں کرتے، وہ مسلمان تو ہیں اور نماز جمعہ کی ادائیگی کرتے اور رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں، انکی بیوی باپردہ اور نمازی ہے، لیکن وہ یہ الفاظ کہتے ہیں ٹھیک ہے میں نماز ادا نہیں کرتا لیکن میں بہتر ہوں، کچھ لوگ نماز ادا کر کے بھی گناہ کرتے رہتے ہیں.

میرا سوال یہ ہے کہ آیا کیا یہ چیز نکاح اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے دخول اور معاشرت زوجیہ اور حیات زوجیہ پر اثرانداز ہوگی یا نہیں، کیونکہ کچھ علماء کرام نے تو بے نماز کو دین اسلام سے خارج اور کافر قرار دیا ہے، اور پھر ولی اور وکیل کے لیے تو مسلمان ہونا شرط ہے ؟

پسندیدہ جواب

اول :

نکاح ولی یا اس کا نائب ہی کر سکتا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو نکاح کرنے کا حق نہیں؛ کیونکہ حدیث سے یہی ثابت ہے.

ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا"

سنن ابو داود حدیث نمبر (2085) سنن ترمذی حدیث نمبر (1101) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1881) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے"

مسند احمد حدیث نمبر (24417) سنن ابو داود حدیث نمبر (2083) سنن ترمذی حدیث نمبر (1102) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع حدیث نمبر (2709) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

اس لیے جمہور علماء کرام کے ہاں عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، اور نہ ہی وہ اپنے نکاح کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتی ہے، اس لیے عورت کا نکاح یا تو ولی خود کرے گا یا پھر جسے ولی وکیل بنا دے.

بعض ممالک اور علاقوں میں عقد نکاح کرنے والا یہ کہتا ہے کہ : میں نے اپنی مؤکلہ کا نکاح تیرے ساتھ کیا یعنی جس عورت نے مجھے وکیل بنایا ہے اس کا نکاح تیرے ساتھ کیا، تو یہ احناف کے مسلک پر مبنی ہے.

کیونکہ احناف عورت کو خود بخود نکاح کرنے کی اجازت دیتے ہیں، اور وہ ولی کی شرط نہیں لگاتے، لیکن ان کا یہ قول جمہور علماء کرام کے قول اور پھر یہی نہیں بلکہ صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جو اوپر بیان کی جا چکی ہیں.

چنانچہ صورت مسئولہ میں یعنی جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس میں یہ تایا ولی یعنی لڑکی کے باپ کا وکیل تھا نہ کہ بیوی کا وکیل.

دوم :

علماء کرام کا اجماع ہے کہ نماز سے انکار کرتے ہوئے تارک نماز شخص کافر ہے، لیکن اگر وہ سستی و کاہلی کے ساتھ نماز ترک کرتا ہے تو اس کے کفر میں علماء کرام اختلاف کرتے ہیں، لیکن راجح یہی ہے جس پر کتاب و سنت کے دلائل اور صحابہ کرام کے اقوال دلالت کرتے ہیں کہ وہ بھی کافر ہے.

اس بنا پر تارک نماز شخص مسلمان عورت کا عقد نکاح میں ولی نہیں بن سکتا.

اور جو شخص صرف نماز جمعہ ادا کرتا ہو اور رمضان المبارک میں نماز ادا کرے باقی ایام میں نماز ترک کرتا ہو تو یہ چیز اسے کافر ہونے میں مانع نہیں ہوگی بلکہ راجح قول کے مطابق وہ تارک نماز ہی شمار کیا جائیگا، جیسا اوپر بیان بھی کیا جا چکا ہے، مزید تفصیل معلوم کرنے کے لیے آپ سوال نمبر (2182) اور (5208) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

اس کا یہ دعوی کہ وہ بعض نمازیوں سے اچھا اور بہتر ہے اسے کے کافر ہونے میں کوئی فائدہ نہیں دے گا بلکہ وہ کافر ہی رہے گا، کفر سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہو سکتا ہے، اسے دین اسلام کے رکن اور اہم ستون نماز سے کونسی چیز روک رہی ہے حالانکہ کافر اور مسلمان کے مابین تو فرق کرنے والی چیز ہی نماز ہے ؟!

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اہل علم کے اجماع کے مطابق کافر شخص کو مسلمان پر کسی بھی حالت میں ولایت حاصل نہیں ہوتی، ان میں امام شافعی اور امام مالک اور ابو عبید اور اصحاب الرائ شامل ہیں.

اور ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں : ہم نے جن اہل علم سے علم حاصل کیا ہے ان سب کا اس پر اجماع ہے" انتہی

دیکھیں : المغنی (377/9).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا کہنا ہے :

"اگر کوئی شخص نماز ادا نہیں کرتا تو اس کے لیے اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا بھی ولی بن کر نکاح کرنا حلال نہیں، اور اگر وہ ولی بن کر نکاح کر بھی دے تو یہ نکاح فاسد ہوگا؛ کیونکہ مسلمان عورت کے ولی کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے" انتہی

ماخوذ از : فتاوی نور علی الدرب.

رہا یہ مسئلہ کہ اگر ولی یعنی والد کسی شخص کو نکاح کے لیے وکیل بنائے تو بعض علماء کرام اس وکیل کے لیے بھی مسلمان ہونے کی شرط لگاتے ہیں، لیکن بعض علماء کرام نے مسلمان ہونے کی شرط نہیں لگائی، کیونکہ وہ تو صرف ولی کی جانب سے وکیل ہے وہ خود ولی نہیں.

امام شافعی رحمہ اللہ کتاب الام میں رقمطراز ہیں :

"کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو عقد نکاح میں وکیل بنانا جائز ہے، لیکن وہ کسی عورت یا کافر شخص کو کسی مسلمان عورت کے عقد نکاح کا ولی نہ بنائے، کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی کسی بھی حالت میں ولی نہیں بن سکتا" انتہی

دیکھیں : الام (21/5).

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"جو شخص کسی چیز میں خود تصرف کرنے کا مالک نہیں ہو تو وہ اس چیز میں وکیل بھی نہیں بنایا جا سکتا، مثلا کسی عورت کو عقد نکاح میں وکیل بنانا یا قبول کرنے میں، اور کسی کافر شخص کو مسلمان عورت کے نکاح میں، اور اسی طرح مجنون اور پاگل اور بچے کو سارے حقوق میں" انتہی

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے :

"شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں کسی بھی مسلمان شخص کے لیے کسی عورت سے عقد نکاح کرنے کے لیے کسی کافر کو وکیل بنانا صحیح نہیں؛ کیونکہ ذمی اور کافر شخص یہ عقد نکاح اپنے لیے کرنے کا مالک نہیں تو پھر اس میں وکیل بننا میں جائز نہیں ہے.

احناف اور مالکیہ کہتے ہیں کہ : یہ وکالت صحیح ہے؛ کیونکہ وکیل بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وکیل کو جس میں وکیل بنایا جا رہا ہے وہ خود اپنے لیے کر سکتا ہو تو پھر وکیل بن سکتا ہے، اور پھر وکیل عاقل ہو چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم" انتہی

دیکھیں : الموسوعۃ الفقھیۃ (133/7).

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا :

ایک شخص نے کسی ذمی شخص کو اپنے لیے مسلمان عورت سے نکاح قبول کرنے کا وکیل بنا دیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہو گا یا نہیں ؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا جواب تھا :

"الحمد للہ رب العالمین :

اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، قبول نکاح میں وکیل اس شخص کو بنایا جائیگا جو خود اپنے لیے نکاح قبول کر سکتا ہو، اس لیے اگر کسی عورت کو یا پھر پاگل اور مجنون یا غیر ممیز بچے کو وکیل بنا دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہو گا....

رہا نکاح قبول کرنے کے لیے کسی ذمی اور کافر کو وکیل بنانا تو علماء کرام کا اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ علماء کرام نے جائز کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ : علماء کا اتفاق ہے کہ یہاں ملکیت خاوند کے لیے حاصل ہوگی نہ کہ وکیل کو.. لہذا کسی ذمی کو وکیل بنانا بالکل اسی طرح ہے کہ عورت کی شادی کرنے کے لیے اس کے کسی محرم شخص کو مثلا عورت کے ماموں کو وکیل بنا دیا جائے، تو مؤکل کے لیے قبول نکاح میں اسے وکیل بنانا جائز ہے، اگرچہ اس کے لیے اس عورت سے خود نکاح کرنا جائز نہیں.

اسی طرح ذمی کو کسی مسلمان شخص کے نکاح میں وکیل بنانا بھی چاہے اس کے لیے کسی مسلمان عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہونے کے پیش نظر ایسا نہ کیا جائے...

لیکن اس کے باوجود یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نکاح باطل ہوگا، کیونکہ اس کے باطل ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں" انتہی مختصرا

دیکھیں : الفتاوی الکبری (123/3).

اس بنا پر ہمیں تو یہی ظاہر ہوتا ہے باقی واللہ اعلم یہ نکاح صحیح ہے، کیونکہ دلائل اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمان عورت کا ولی مسلمان ہونا چاہیے، لیکن ولی کے وکیل کے بارہ میں کوئی واضح دلیل نہیں کہ اس کے لیے بھی مسلمان ہونا شرط ہے.

واللہ اعلم.